

## خدمت خلق، فلاح و نجات کا وسیلہ

(اسلامی نقطہ نظر سے ایک تجزیاتی مطالعہ)

### **SERVING HUMANITY: A SOURCE OF WELLBEING & SALVATION (AN ANALYTICAL STUDY IN THE CONTEXT OF ISLAMIC PERSPECTIVES)**

**Muhammad Akram Hureri  
Shazia Rasheed Abbasi**

#### **Abstract**

To devote yourself for the fulfillment of the requirements of the needy, deprived, distressed, and powerless is called "serving humanity". It brings comfort and tranquility in the lives of humans. Islam encourages serving the humanity selflessly. In fact, helping people irrespective of their color, creed, religion, caste, race, and all other differences makes a man the best of his kind. According to the Prophet the best of the people is the one who benefits others. This paper investigates the role of social service in bringing about the contentment of souls and tranquility of hearts. It examines the issue from the viewpoint of Quranic verses and Prophetic traditions and how it helps to achieve success and divine blessings both in this world and the hereafter.

**Keywords:** Social welfare, Islamic teachings, humanity, blissful life.

#### **خلاصہ**

اپنے آپ کو ضرورت مند، پریشان حال، بے سہارا لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے وقف کر دینے کا نام "خدمت خلق" ہے۔ خدمت خلق انسان کی زندگی میں فلاح و نجات لاتی ہے۔ اسلام، انسانیت کی بے لوث خدمت کی ترغیب دیتا ہے۔ دراصل، لوگوں کے رنگ و نسل، ملت و مذہب اور زبان و کچھ سے ماوراء ہو کر ان کی خدمت کرنا ایک شخص کو سب سے برتر انسان بنا دیتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کے کام آتا ہے۔"

**کلیدی کلمات:** خدمت، خلق، سماجی فلاح و بہبود، اسلامی تعلیمات، انسانیت۔

## تعارف

انسانیت کی خدمت اتنا عظیم عمل ہے کہ اس سے بڑھ کر شاید کوئی ثواب اور تسکین دہ عمل ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے خدمت انسانیت کی بہت نصیحت فرمائی اور آپ ﷺ کے ارشادات اس کے متعلق کثرت سے کتب احادیث میں موجود ہیں۔ خدمت خلق کا مطلب ہے کہ بندوں کی ضروریات پوری کرنا اور ان کے کام آنا اور خدمت پر مامور ہونا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے بہت خوش ہوتا ہے جو اس کے بندوں کا خیال رکھتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ نَفَعَ النَّاسَ"<sup>1</sup> یعنی: "لوگوں میں بہترین وہ ہے جو دوسروں کے کام آئے۔" اس طرح لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات کرنا اور ان کے بارے میں مثبت سوچ رکھنا، انسان کے عزت و وقار کو بلند کرنے کے ساتھ ساتھ ذہنی تسکین کا باعث اور سنت پہ عمل ہے۔ کیونکہ جب دوسروں کے ساتھ خوش کلامی سے بات کی جائے گی تو وہ بھی جو ابا اچھے انداز میں بات چیت کریں گے جس سے ماحول سازگار ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (83:2) ترجمہ: "لوگوں سے اچھے طریقے سے گفتگو کرو۔" دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو دوسرے انسان کا چند امور میں محتاج بنا دیا گیا ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کی اکٹھے رہتے ہوئے خوبیوں سے آگاہ ہونا اور اسی طرح اس کے لیے کسی چیز کے حصول کے لیے، فائدے کے لیے سفارش کرے کہ یہ حقدار ہے یا یہ اس چیز کا حق دار ہے، تو اللہ تعالیٰ اس اچھائی اور بھلائی میں اپنے بھائی کے لئے مثبت سوچ کے حامل فاعل کے لیے بھی حصہ رکھ دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا (85:4) ترجمہ: "جو کسی کے لیے اچھائی کی سفارش کرے، اللہ اس شخص کے لیے بھی اچھائی سے حصہ بنا دیتے ہیں اور جو کوئی برے کام میں سفارش کرے گا وہ اسے کافی ہو جائے گی۔"

رسول اکرم ﷺ کا عمل یہ ہوتا تھا کہ: "آپ ہمیشہ دوسروں کے کام آتے تھے۔ بلکہ آپ کی صفات میں ہے کہ آپ ضرورت مندوں اور بے کسوں کا سہارا ہوا کرتے تھے۔ خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ جیسے کہ بڑھیا کے گھر میں جھاڑو دینا اور ان کے لیے ضروری سامان مہیا کرنا، سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، حضرت خبابؓ جنگی مہم پر گئے تو گھر میں کوئی مددگار نہ تھا اور عورتیں دودھ دہوتے والے جانوروں کو دوہنا نہیں جانتی تھی۔ آپ ﷺ روزانہ خبابؓ کے گھر جا کر جانوروں کا دودھ دوہتے۔"<sup>2</sup> رسول معظم ﷺ مصیبت زدہ لوگوں کی ہمدردی کرتے بلکہ امت کو بھی اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر شامل ہونے کا درس دیا۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: "وَمَنْ فَرَّجَ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ"<sup>3</sup> یعنی: "جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی اللہ تعالیٰ اس کی اخروی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کریں گے۔"

رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کی رو سے ایک انسان کتنے بڑے فائدے میں ہے کہ اسے اپنے دینی بھائی کے دنیا کے دکھ دور کرنے کے ساتھ ہمدردی رکھے اور اس کے متعلق مثبت سوچ اپنانے کے بدلے آخرت میں پر سکون گھڑیاں ملیں۔ پھر دنیا میں بھی ایسے لوگوں کے لیے بھلائیوں کا خزانہ ہے۔ ضرب المثل مشہور ہے کہ: "کر بھلا ہو بھلا" (دوسروں کا بھلا کرو گے تو اپنا بھلا ہوگا)۔ یعنی دوسروں کو سکون پہنچاؤ گے تو آپ کو خود بھی سکون و آرام میسر ہوگا۔ دوسروں کے بارے میں اچھی اور مثبت سوچ رکھو گے تو وہ بھی آپ کے بارے میں مثبت احساسات اپنائیں گے۔ جس سے ماحول اور فضا سازگار ہوگی اور افراد حالت اطمینان محسوس کریں گے۔ اسی طرح دوسروں کے راز چھپانا بھی معاشرے اور انسانیت کی بڑی نیکی ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: "وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"<sup>4</sup> یعنی: "جو کسی کے راز چھپائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے رازوں پر قیامت کے دن پردہ ڈالیں گے۔" رسول اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان بھی ہے جو بندہ مومن کے لیے بہت اطمینان بخش اہمیت کا حامل ہے کہ بندہ خدمت خلق

میں دل جمعی سے لگا رہتا ہے۔ فرمایا: "مَنْ أَحَبَّ الْأَعْمَالَ إِلَى اللَّهِ إِذْ خَالَ الشُّمُورَ عَلَى الْمُسْلِمِ" <sup>5</sup> یعنی: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے جو کسی کے گھر خوشی پہنچائے۔"

## مسلمان کے حقوق

ایک مسلم کے دوسرے مسلمان پر صرف مذہب اور عقیدے کے لحاظ سے جو حقوق ہیں وہ بھی رسول معظم نے ارشاد فرمادئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کے راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: سلام کرنا، دعوت قبول کرنا، اچھا مشورہ دینا، چھینک کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازہ ادا کرنا۔" اب دیکھیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو سلام کرے اور دوسرا اس کو سلام کرے تو کتنا اچھا ماحول بنتا ہے کہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں مل رہی ہیں۔ باہمی تعلقات مضبوط کرنے کے لیے فرمایا کہ دعوت قبول کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اس عمل نے بڑوں بڑوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ جیسے رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے گئے تو فرمایا: "ایہا الناس، افسوا السلام وصلوا الرحام و اطعوا الطعام وصلوا بالیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام" <sup>6</sup> یعنی: "اے لوگو! سلام کو کثرت سے عام کرو، رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آؤ، ایک دوسروں کو کھانا کھلاؤ اور رات کو نمازیں ادا کرو جب لوگ سو رہے ہوں، توجت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔" اس حدیث مبارکہ میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے تین کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ اور ایک کا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے توراہ کے حافظ تھے۔ جب یہ باتیں سنیں تو اسلام قبول کر لیا کہ انہیں ذہنی سکون و اطمینان مل گیا کہ یہی فطری دین ہے۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث باہمی تعلقات مضبوط تر بنانے کے لئے ہیں اور جب باہمی تعلقات مضبوط اور ان میں ہمدردی ہوگی تو خود بخود انسان ذہنی طور مطمئن اور خوش ہوگا۔

## خیر خواہی کرنا

ایک فرد کا دوسرے فرد کی بھلائی چاہتے ہوئے کام آنا خیر خواہی ہے۔ اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ جس کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ: "الذِّئِنُ النَّصِيحَةُ" <sup>7</sup> یعنی: "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" مسلمان کے جو حقوق بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک حق یہ تھا کہ اگر تم سے کوئی مشورہ طلب کرے تو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دیا جائے کہ اسے زیادہ سے زیادہ مادی فوائد مل سکیں اور اس مشورے پر عمل کرنے سے اسے ذہنی اطمینان اور سکون بھی مل سکے۔ خدمت خلق دراصل تمام تر خیر خواہی کا دوسرا نام ہے۔ جس کی مثال مہاجرین کی یشرب آمد پر اہل مدینہ کے انصار نے دی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے نہ صرف انہیں اپنا بھائی بھائی بنا لیا بلکہ انہیں اپنی جائیدادوں میں بھی برابر کا حصہ دار بنا لیا۔ جس سے مدینہ کی فضا ایسی خوش گوار ہو گئی کہ دور دور تک کا علاقہ امن و آشتی اور پُر سکون ماحول سے معطر ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "الْمُؤْمِنُ مَرَّةً الْمُؤْمِنُ" <sup>8</sup> یعنی: "مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ ہے۔" اور مومن کو دوسرے مومن کے لئے آئینہ سے اس لئے تشبیہ دی کہ جس طرح آئینہ کسی کی خوبیوں خامیوں کو صرف اس آدمی کے سامنے ظاہر کرتا ہے جو اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور خوا خواہ ادھر ادھر پر چار کر کے اس کی ذلت کا اہتمام نہیں کرتا اس طرح مومن کا اپنے بھائی کے لئے کردار ہونا چاہیے۔ جب ایسی مثبت سوچ ہوگی تو نا صرف افراد بلکہ معاشروں کے معاشرے سکون و کیفیت میں آسکتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْدَحُوا بَيْنَ أَعْيُنِكُمْ وَآتَقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (10:49) ترجمہ: "بلاشبہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں پس بھائیوں میں صلح کرادیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" اس بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا ایک فائدہ نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا کہ: "مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَهُوَ كَمَا عَلِمَهُ" <sup>9</sup> ترجمہ: "جس نے بھی اپنے مومن بھائی کے ساتھ کچھ بھلائی اور خیر خواہی کی اللہ تعالیٰ اسے بھی اتنا اجر عطا کریں گے۔"

نفقوش رسول نمبر میں ہے: "حضور ﷺ کی محنت اصلاح معاشرہ اور خدمت خلق کے سلسلہ میں ہمارے سامنے ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ زمام حیات رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر گزریں اور اطمینان بخش زندگی کو فروغ دیں۔ یہ آپ ﷺ کی محنت تھی کہ معاشرے کے افراد کو عزت و شوکت عطا کی اور اس کی تہذیب و تمدن کو بالاترین مدارج پر جاگزیں کر دیا۔" <sup>10</sup> آپ ﷺ نے فرمایا: "عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَسِيرُوا وَلَا تَعَسِرُوا، وَبَسِطُوا، وَلَا تَتَنَفَّرُوا" <sup>11</sup> یعنی: "انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگوں کے لئے سہولت فراہم کرو اور مشکلات پیدا نہ کرو۔ لوگوں کو اچھے کاموں کی بشارت دو اور ان کو وحشت زدہ نہ کرو (باہمی اتفاق سے رہو اور اختلاف پیدا نہ کرو۔"

جب ان تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل ہو گا تو معاشرے میں امن کا بول بالا ہوگا۔ جس میں ہر بندہ دوسرے کی خیر خواہی چاہے گا ضروریات کا خیال رکھے گا ان کو خوش دیکھے گا اور دوسروں کے بارے میں مثبت سوچ اپنائے گا تو نہ صرف وہ افراد خوش ہوں گے بلکہ ایسے لوگ دوسرے افراد اور معاشروں کے لئے بھی امن و سکون اور تسکین ذہن کا باعث ہوں گے۔ سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرتے ہوئے دوسروں کے کام آئیں اور زندگی بسر کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام میں غیبی امداد سے سکون، اطمینان، فرحت و شادمانی اور سکینت نازل فرماتے ہیں۔

### مہمان اور مسافر

مسافر کے لئے قرآن نے ابن السبیل۔ النساء (36:4) کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یعنی راستے کا پیٹا۔ اللہ نے مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک حصہ مسافر کے لئے بھی رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ جو آٹھ بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک یہ مسافر ہے۔ (60:9) رسول معظم ﷺ کے زمانے میں عرب شہر اور بستیاں ایک دوسرے سے بہت ہی دور ہوا کرتی تھیں اور آج کی طرح ہوٹلوں کا انتظام نہیں تھا۔ لوگوں کا سفر کرنے کا انداز گروہ اور جماعتوں کی صورت میں ہوا کرتا تھا۔ اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں پر سفر کرتے تھے اور زاد راہ ہمراہ ہوتا تھا۔ جنگلوں اور بیابانوں سے گزرتے ہوئے راستہ بھولنے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے تھے۔ اس صورت میں زاد راہ ختم ہو جاتا تھا۔ کیونکہ راستہ بھول جانے یا مسافت کا اندازہ غلط ہونے کی وجہ سے آٹھ دس دن کی بجائے بیس سے پچیس دنوں میں بھی منزل تک پہنچنے میں لگ جایا کرتے تھے۔ ایسے سفر کے بارے میں ہمارے لئے کیا احکامات ہیں۔

اس سلسلہ میں فہم القرآن والے نے حضور ﷺ کی ایک حدیث ذکر فرمائی ہے: "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَغْفِرُونَ وَلَا يَهْتَدُونَ فِيهِ فَقَالَ لَنَا إِنَّ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمْرُكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَأَقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ" <sup>12</sup> یعنی: "حضرت عقبہ بن عامرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کہ آپ ہمیں کسی مہم پر روانہ کرتے ہیں اگر ہم ایسے لوگوں کے پاس سے گزریں جو ہماری مہمان نوازی کرنے کے لئے تیار نہ ہوں اس صورت میں آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر لوگ تمہارا خیال رکھیں تو اچھی بات ہے بصورت دیگر تمہیں ان سے اپنی مہمان نوازی کا حق وصول کرنا چاہئے۔" مراد یہ ہے کہ بھوکا مرنے کی بجائے ان سے کھانا پینا مانگا جاسکتا ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے اس حدیث سے مسافر سے مراد مہمان لیا ہے یعنی جو مہمان کے حقوق ہیں وہی مسافر کے حقوق ہونگے ان کی خدمت اعانت کرنے سے قلبی سکون ملتا ہے۔ جس کے بارے میں بے شمار پیغمبر مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات ہیں۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی ابن السبیل سے مراد مسافر اور مہمان لیا ہے۔ <sup>13</sup>

آنحضرت ﷺ نے پڑوسی / مہمان (مسافر) کے حقوق کی ادائیگی کو ایمان کی شرائط میں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ

لِيَصْبُتَ" <sup>14</sup> یعنی: "جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا چاہئے اور جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ زبان سے کلمہ خیر نکالے یا خاموش رہے۔" حضرت ابو شریح کعبیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَاءَ ذَنْتَهُ يَوْمَهُ وَيَلْبَسُهُ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةٌ أَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَتَوَبَّعَهُ حَتَّى يُخْرَجَهُ" <sup>15</sup> یعنی: "جس کا اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہو اس کو اپنے مہمان کی شبانہ روز ضیافت کرنی چاہئے اور مہمانی کا حق تین دن تک ہے اس کے بعد خیرات ہے۔ مہمان کے لئے جائز نہیں کہ میزبان کو تنگ کرنے کے لئے اس کے پاس پڑا ہی رہے۔" اب میزبان کے لئے قابل تسکین بات یہ ٹھہری کہ وہ مہمان پر جو بھی خرچ کرے گا اس کے لئے صدقہ شمار ہوگا اللہ اور آخرت پر ایمانی شرط بھی پوری ہوگی۔ مسافروں سے بہتر سلوک کرنے سے متعلقہ چند احادیث مزید پیش خدمت ہیں:

۱۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں: "بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ قَالَ فَجَعَلَ يَبْصُرُ بَصَرَهُ بَيْنَنَا وَشِبَالًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ بِهِ عَلَى مَنْ كَانَ لَا زَادَ لَهُ قَالَ فَذَكَرَ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ" <sup>16</sup> یعنی: "ہم ایک سفر میں جا رہے تھے، اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے ہمیں فرمایا "جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے، جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زاد کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں، غرضیکہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جاد جاد کر کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے اپنے زاد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔"

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو جو سفر پر روانہ ہو رہا تھا کہا کہ: میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ایسے ہی رخصت کروں جیسے رسول اللہ ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا: "أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ" <sup>17</sup> یعنی: "میں تمہیں تمہارا دین، تمہاری امانت اور آپ کے آخری عمل (جو تو نے میرے پاس کیا) کے ساتھ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُنْظَرُ إِلَيْهِمْ رَجُلٌ وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ" <sup>18</sup> یعنی: "تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا ایک وہ جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو بھی پانی نہ دے۔" اس روایت کی رو سے پانی جیسی نعمت مسافر کو نہ دینا گناہ کبیرہ قرار دیا ہے بلکہ فقہاء کے حوالے سے ایک مفسر نے لکھا ہے: "جس فعل کے متعلق قرآن یا حدیث میں یہ مذکور ہو کہ اللہ قیامت کے دن اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں یا پاک نہیں کرے گا تو ایسا فعل گناہ کبیرہ ہوتا ہے۔" <sup>19</sup>

زمانہ قدیم، عرب اور اس کے قرب و جوار میں بعثت نبوی ﷺ سے قبل اور بعد میں بھی اکثر یا کچھ علاقوں میں پانی کی بہت کمی ہوا کرتی تھی مسافروں کے لشکر عموماً وہاں قیام کیا کرتے تھے جہاں پانی ہوتا تھا اور عموماً قافلے والے پرندوں کی اڑان سے بھی اندازہ لگایا کرتے تھے کہ اس علاقے میں پانی موجود ہے جو پرندے اڑ رہے ہیں تو پانی کی قلت کی موجودگی میں بستی اور شہر والوں کا مسافروں کی مہمانی سے انکار دراصل انہیں مار دینے کے مترادف ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں جب مسافر کی جان پر آئی ہو اور اہل علاقہ اس کی مدد کرنے پر تیار نہ ہو تو اپنا حق مانگا جاسکتا ہے اسی وجہ سے حق وصول کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جبکہ عبد الرحمن سیلانی تیسرے قرآن میں منفرد اور دل کو لگنے والی توجیہ تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "لیکن آج کل اور بالخصوص پاکستان میں ایسی صورت نہیں ہے۔ پانی عام ہے۔ بستیاں قریب قریب ہیں۔ کھانے پینے کی دکانیں اور ہوٹل بکثرت سے ہیں۔ لہذا اس طریقہ سے کسی کا جائز طریقہ سے مہمانی وصول کرنے کا حق نہیں اور اب یہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ مسافر کے پاس زاد راہ ختم ہو جائے۔" <sup>20</sup>



اور اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملاؤ۔ وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ مصلح اور مفسد کو جانتا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں یتیم کو بھائی سے تعبیر کرتے ہوئے اصلاح کرنے کی تلقین فرمائی ہے کہ جس طرح رگا بھائی دوسرے بھائی کی حفاظت، احتیاط، نگرانی اور تربیت کرنے میں خیر خواہی اپناتا ہے اسی طرح یتیم کے ساتھ بہتر رویہ رکھتے ہوئے اس کی نگرانی اور اصلاح فرماتا رہے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ کو فرمایا: "يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أَحِبُّ لَكَ مَا أَحَبُّ لِنَفْسِي لَا تَأْمُرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَتَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ" <sup>22</sup> یعنی: "اے ابو ذرؓ! میں تجھے کمزور پاتا ہوں اور میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کے امیر نہ بننا ورنہ ہی یتیم کے مال کا والی بننا۔"

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "خَيْرُ يَتِيمٍ فِي الْمُسْلِمِينَ يَتِيمٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسِنُ إِلَيْهِ وَشَرُّ يَتِيمٍ فِي الْمُسْلِمِينَ يَتِيمٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ" <sup>23</sup> یعنی: "مسلمانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، مسلمانوں میں بدترین گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بد سلوکی کے ساتھ پیش آیا جاتا ہو۔" اول الذکر حدیث مبارکہ کو دیکھا جائے تو آنحضرت ﷺ ہمیں ایک طرف خبر دار فرما رہے ہیں کہ یتیموں کی کفالت ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس میں نہ پڑنا جبکہ دوسری طرف یتیموں کی کفالت میں حسن سلوک روارکھنے والے گھرانے کو بہترین گھرانہ بھی قرار دیتے ہوئے سکون اور اطمینان کی کیفیت میں اعتدال بھی دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حسن سلوک اور کفالت یتیم لازمی جزو لاینفک ہے۔ رہا یہ کہ مفلسی ہے اور یتیم مالدار ہے اور مالدار یتیم کی کفالت پرورش کرتے ہوئے اور اس کے مال کو سنبھالتے ہوئے وہ کیا انداز اپنا سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أَجِدُ شَيْءًا وَلَيْسَ لِي مَالٌ وَلِي يَتِيمٌ لَهُ مَالٌ قَالَ كُلُّ مَنْ مَالَ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْبَرٍ وَلَا مُتَأْتِلٍ مَالًا قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا تَتَّقِي مَالَكَ بِسَالِهِ" <sup>24</sup> یعنی: "نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں البتہ میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے یتیم کے مال سے فضول خرچی اور اپنے مال کے ساتھ نہ ملاتے ہوئے اس کے مال سے کھالیا کر، راوی کہتے ہیں میرا خیال کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا اپنا مال اس کے مال کے ذریعے نہ بچانا۔" قرآن حکیم میں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ: "وَلَا تَتْلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا" (2:4) ترجمہ: "اور ان کا (یتیم) کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ بلاشبہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔" یتیم کا مال کھانے کو گناہ کبیرہ بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے والا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کے ساتھ ملانے والا ہے۔ اس سے پچھلے الفاظ میں اس انداز کو خبیث کے ساتھ تشبیہ دی تاکہ مزید نفرت دلانی جاسکے۔ اسکی تفسیر میں ایک مفسر بیان کرتے ہیں: "خبیث ناپاک اور گندی چیز کو کہتے ہیں لفظ خبیث استعمال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاک ذہن اور باضمیر شخص یتیم کا مال کھانے کا تصور بھی نہ کر سکے۔" <sup>25</sup>

مولانا عبد الرحمن کیلانی نے یتیموں کی کفالت پر اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے رسول ﷺ کو؛ جس طرح ہم نے تمہاری یتیمی کے دوران ہر مرحلہ پر تمہارا خیال رکھا اسی طرح تم بھی یتیموں سے بہترین سلوک کرو نہ انہیں دباؤ نہ ان پر سختی کرو، نہ انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دو، بلکہ ان کی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا کرو۔" <sup>26</sup> آپ ﷺ نے دوسرے مسلمانوں کو بھی یتیموں کی کفالت اور ان سے حسن سلوک کی ترغیب اور ذوق مہیا کرنے کے لئے ایک بہت قابل اطمینان اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے لئے ذہنی سکون مہیا کرنے والی بات بیان فرمائی: "كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِعِزَّتِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى" <sup>27</sup> یعنی: "میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے پھر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اور دستی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور انہیں تھوڑا سا کھول دیا۔"

مفسر کی پیش کردہ رسول کریم ﷺ کی اس روایت سے ہر قاری کو دلی اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے لئے کہ یتیم کی کفالت اور جنت میں رسول کریم ﷺ کا ساتھ خوشی اور سعادت والی بات ہو جاتی ہے۔ اس رو سے جو لوگ یتیمی کی کفالت میں بے اعتنائی برتتے ہیں ان کے یہ بات قابل رشک بھی اور ترغیب حاصل کرتے ہوئے ذوق اور شوق سے یتیمی کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے کا جذبہ بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی صفات میں سے ایک صفت عظیم یہ بھی ہے کہ آپ بے سہارا، مساکین کا ساتھ دینے والے عظیم انسان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی مبارک نازل ہوئی تو ام المومنین سیدہ خدیجہؓ نے آنحضرت ﷺ کو پریشانی سے نکالنے کے لئے اور ذہنی طور پر سکون اور حوصلہ دلانے کے لئے جو صفات آپ کی اس وقت شمار کروائی وہ مثالی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے بھی باعث تسکین ہیں۔ اگر ہم ان صفات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ ام المومنینؓ نے فرمایا: "كَلَّا وَاللَّهِ لَا يُخَيِّبُكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَتَّصِلُ الرَّحْمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرَى الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَدِيًّا وَابْنًا حَقًّا" <sup>28</sup> ترجمہ: "اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کریں گے کیونکہ آپ بے سہارا (مساکین) لوگوں کا بوجھ برداشت کرنے والے ہیں، مہمانوں کی میزبانی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہیں۔ جو لوگ کما نہیں سکتے ان کے لئے کمانے والے یعنی (یتیمی، مساکین اور بیوگان کی کفالت کرنے والے) اور حق کا ساتھ دینے والے ہیں۔"

یعنی یہ صفات جب ہوں پھر پریشانی نہیں بلکہ سکون ملتا ہے۔ یتیم اگر صرف والد کی وجہ سے ہے اور اس کی ماں زندہ ہو تو اسلام اس سلسلے میں تلقین کرتا ہے کہ بیوہ عورت اگر رضامند ہو اور نکاح ثانی کرنا چاہے تو اس کا نکاح کر دینا چاہئے تاکہ معاشرے میں وہ قابل تسکین حالت میں زندہ رہنے کے قابل ہو سکے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "وَأَنْكِحُوا الْأَيَاتِي مِنْكُمْ۔" (32: 24) ترجمہ: "اور تم میں سے جو بیواہ عورتیں ہیں ان سے نکاح کر لو۔" لیکن اگر بیوہ عورت اپنی عصمت و عفت کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش میں لگی رہے اور نکاح کے بندھن سے آزاد رہے تو اس کی بھی بڑی فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "أَنَا وَأَمْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخُدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْ مَائِيْدُ بِالْوَسْطَى وَالسَّبَابَةِ أَمْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ، وَجَمَالٍ، حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى بَيْتِهَا مَا هَا" <sup>29</sup> ترجمہ: "میں اور وہ شریف اور حسن و جمال و عزت والی بیوہ/عورت جو شوہر کے انتقال کے بعد اپنے یتیم بچوں کی خاطر اپنے نفس کو نکاح سے روکے رہے اور محنت و مشقت کرنے کی وجہ سے اس کی رنگ کالی ہو گئی ہو قیامت کے دن میں وہ اور میں مقام و مرتبہ میں دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔"

غرضیکہ بیوہ عورت کو قرآن اور اسلام نے بہترین مقام عطا فرمایا ہے اور بوجہ اللہ اس کی خدمت کرنے والا بڑا ہی سعادت مند ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اگر کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تھی تو اس بے چاری کی زندگی جیتے جی جہنم بن جاتی تھی۔ بیوہ ہونے کے بعد نہ اسے سسرال میں رہنے دیا جاتا اور نہ اسے میٹھے میں جگہ ملتی تھی۔ ہر جگہ سے اسے دھکے دے کر نکال دیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اسے ڈانٹ، بھاگن اور قابل نفرت سمجھ کر اس کے سائے تک سے بچنا چاہتے تھے۔ اسلام نے نہ صرف بیوہ کو زندہ رہنے کا حق اور قابل عزت مقام دیا بلکہ ان کی عزت و تکریم اور دیکھ بھال کرنے والے کو دلی سکون اور اطمینان کی دولت عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونے والا ہے۔ رہی یہ بات جو قرآن نے فرمایا ہے: "وَأَنْكِحُوا الْأَيَامِي مِنْكُمْ" تو اس سے متعلق مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: "تو اس سے مراد ہر مرد اور عورت مراد ہیں جو کنوارہ ہو یا کسی وجہ سے رنڈو ہو جہاں تک رنڈوے (بیوہ) کے نکاح کا تعلق ہے اس کے لئے یہ حکم نہیں کہ وہ دوسرا نکاح کرے اگر وہ اپنی اولاد یا کسی دوسری وجہ سے نکاح نہیں کرنا چاہتا (چاہتی) تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اپنی طبیعت پر ضبط کرنے والا ہو۔" <sup>30</sup>

نکاح کرنے کے بارے میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں: "النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي مَنْ لَمْ يَعْصِلْ بِسُنَّتِي فَالَيْسَ مِنِّي" <sup>31</sup> ترجمہ: "نکاح کرنا میری سنت ہے جو میری سنت سے انحراف کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔" مگر یتیم کی کفالت کرنے والے بیوگان کے لئے اس سنت سے رخصت

ہے اگر وہ اپنے اوپر ضبط کرتے ہوئے شادی کے بندھن سے آڈا رہنا چاہیں۔ قرآن نے انسان کے اطمینان اور سکون کے لئے رہنما اصول فراہم کئے ہیں اور ان رہنما اصولوں کو اپنانے کے لئے انسان کو فطری زندگی کا رنگ اپنانا ضروری ہے۔ ان فطری رنگوں میں ایک رنگ یہ ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش میں رہنے والے افراد (یتیمی، مساکین اور بیگانہ) کے ساتھ ہمدردانہ اور رضائے الہی کے حصول کے لئے توجہ دیں اگر ایسا ہوگا تو یقیناً اطمینان والی زندگی خود کو بھی نصیب ہوگی۔

## حاصل مطالعہ

اللہ کریم کے فرامین اور اسوہ رسول ﷺ کے مطالعہ کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لاتے ہوئے فرائض کی بجا آوری کے بعد عامۃ الناس کے لئے فلاح و بہبود کے کام کرنا عظیم ترین خدمات ہیں اور حسن ایمان کا اوج کمال ہے۔ محض اللہ کریم کی رضا کے لئے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے وقف کر دینا گویا کہ خالق کائنات کی اکمل صفت کو اپنانے کی کاوش ہے۔ درد دل ہے جو اسے دوسروں کے دکھ درد کم کرنے کے لئے اکساتا ہے۔ چاہے کوئی اپنا ہے یا بیگانا، رشتہ دار ہے یا غیر رشتہ دار، ہمسایہ ہے یا پردیسی اور مسلم ہے یا غیر مسلم۔ مخلوق خدا کی خدمت کا بندھن جوڑتے ہوئے اللہ کی رضا کے حصول میں مگن سفر جاری رکھتا ہے۔ اللہ کی رضا کے لئے دوسروں کی خوشیوں کا سبب بننے والے، دوسروں کی مشکلات میں کمی لانے کا سبب بننے والے، ضروریات زندگی کے ہر معاملے میں مخلصانہ خدمات کی فراہمی کرنے والے نہ صرف دنیا میں حقیقی خوشیاں سمیٹتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کریم کی خصوصی رحمت کے سزاوار ہوں گے۔ اس مقالے کا حاصل بھی یہی ہے کہ جتنی زیادہ اور حقیقی خوشیاں، راحتیں اور دلی سکون خدمت خلق سے ملتا ہے وہ کسی اور عبادت سے کم ہی ملتا ہوگا۔ اور ہمارے ہر باشعور شخص کے تجربے میں بھی یہ بات بار بار آچکی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اس عبادت کا تعلق کئی لوگوں کی خوشیوں سے جڑا ہوا ہے۔ انسان ہزاروں کی کسی کی خلوص بھری دعائیں نہیں خرید سکتا مگر ایک بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دینے سے، کسی مصیبت زدہ کی معمولی سی مدد کرنے سے، کسی کو ذلت و رسوائی سے بچالینے سے اور ان کی خوشیوں کا سبب بننے سے آپ مفت میں خلوص بھری دعائیں لیتے ہوئے اپنے لئے بھی خوشیاں، اطمینان اور قلبی راحت کا سامان اکٹھا کر سکتے ہیں۔

\*\*\*\*\*

## حوالہ جات

- 1- البیہقی، الخراسانی، أبو بکر أحمد بن الحسين بن علی بن موسی، (المتوفی: 458ھ)، شعب الایمان، المحقق: الدكتور عبد العلی عبد الحمید حامد، (الریاض: مکتبۃ الرشد، 1423ھ)، باب التعاون علی البر والتقوی، حدیث 7252۔
- 2- محمد طفیل، نقوش رسول نمبر، جلد 03، "رسول اللہ اور معاشرت" رشید احمد ارشد (لاہور، ادارہ فروغ اردو، لاہور)، شمارہ 130 (1983ء): 426۔
- 3- القشیری، النیسابوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسن (المتوفی: 261ھ)، الجامع الصحیح المسلم، البسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحقق: محمد فؤاد عبد الباقی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1424ھ)، کتاب البر والصلة والآداب، باب تخیریم الطئم حدیث 2580۔
- 4- ایضاً، کتاب الدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بِابِ فَضْلِ الْجَمَاعَةِ عَلَی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الدُّعَاءِ، حدیث 2699۔
- 5- الحنظلی، الترمذی، أبو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح (المتوفی: 181ھ)، الزهد والرفق، المحقق: حبیب الرحمن الأعظمی، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1425ھ)، بِابِ مَا جَاءَ فِي الشُّجْحِ، حدیث 684۔

- 6- القزويني، أبو عبد الله محمد بن يزيد (البتوفى: 8273)، سنن ابن ماجه، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، (بيروت: دار إحياء الكتب العربية، 2009)، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء في قيام الليل، حديث 1334
- 7- النيشابوري، كتاب الإيمان، باب بيان ان الدين النصيحة، حديث 55-
- 8- السجستاني، الأزدي، أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو (البتوفى: 8275)، سنن أبي داود، (بيروت: المكتبة العصرية، صيدا، 2011)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، كتاب الأذكار، باب في النصيحة والحيطة، حديث 4918
- 9- الشامي، اللخمي، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير، أبو القاسم الطبراني (البتوفى: 8360)، معجم الكبير، (القاهرة: مكتبة ابن تبيبة، 2010) المحقق: حدى بن عبد الحميد السلفي، حديث 627
- 10- محمد طفيل، مقوش رسول نمبر، حضور النبي ﷺ في انساني معاشرت كوكبا ويا، اكر فواد فخر الدين (انڈونيشيا) ترجمه خليل حامدي، جلد 3، شماره 130، (س ن): 453-
- 11- البخاري، الجعفي، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله (البتوفى: 8256) صحيح بخاري الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، (بيروت: دار طوق النجاة، ط أولى: 1422هـ)، كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا، حديث 69
- 12- محمد جميل، مياں، فهم القرآن، ج 1 (لاهور: ابو هريره الكندي، 2003)، 693/بخاري، كتاب الادب، باب اكرام الضيف ووخدمته اياها بنفسه، حديث 6137-
- 13- پانی پٹی، ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، ج 3 (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، س ن)، 76-
- 14- البخاري، كتاب الادب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، حديث 6019
- 15- البخاري، كتاب الادب، باب اكرام الضيف، وخدمته اياها بنفسه، حديث 6135
- 16- القشيري، كتاب القطر، باب استحباب المؤمن اساقه بفصول البال، حديث 1728
- 17- السجستاني، كتاب الجهاد، باب في الدعاء عند الوداع، حديث 2600
- 18- البخاري، كتاب المساقات، باب اثم من منع ابن السبيل من الماء، حديث 2358
- 19- سيلاني، عبد الرحمن، تيسير القرآن، جلد 1 (لاهور، مكتبة السلام، 2011)، 382-
- 20- ايضاً: 82
- 21- البخاري، كتاب النفقات، باب فضل النفعه على الاهل، حديث 5353
- 22- القشيري، كتاب الامارة، باب كراهته الامارة بغير ضرورة، حديث 1826
- 23- القزويني، كتاب الادب، باب حق البيتيم، حديث 3679
- 24- ايضاً، كتاب الوصايا، باب قوله تعالى ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف، حديث 2718
- 25- مياں، فهم القرآن، جلد 1، 644.
- 26- سيلاني، تيسير القرآن: 658/بخاري كتاب الادب، فضل من يعول يتيما
- 27- القشيري، كتاب العهد والنعمان، باب الإحسان إلى الأئمة والملوك والسكينة واليتيم، حديث 2983
- 28- البخاري، باب كيف كان بدء الوحي على رسول الله، حديث 3
- 29- السجستاني، كتاب الادب، باب في فضل من عال يتيما، حديث 5149
- 30- ابوالاعلى، مودودي، تفهيم القرآن، ج 4 (لاهور، ادارة ترجمان القرآن، 1978-1998)، 562-

## *Bibliography*

- 1) Abu abd al-Rahman Abdullah b. al-Mubarak b. Wadheh, al-Hanzali, Al-Tarki Summa al-Mazwazi, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1425/
- 2) Abu Abdillah Muhammad b. Yazid, al-Qizwini, Sunan Ibn Maja, Beirut: Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyyah, 2009
- 3) Abu Bakr Ahmad b. AlHusyn b. Ali b. Musa, al-Bayhaqi al-Khurasani, Shaa'b al-Imān, Riyadh: Matabah al-Rashīd, 1423/
- 4) Anonymous, Tafhīm al-Quran, n.pub, nd.
- 5) Kaylani, Abd al-Rahman, Taysīr al-Quran, Lahore: Maktaba al-Salām, 2011
- 6) Muhammad b. Ismael Abu Abdillah, al-Bukari, Sahi al-Bukhari al-Jame' al-Musnad al-Sahi al-Mukhtasar min Umūr Rasoolillah wa Sunnatihi wa Aylihi, Beirut: Dar Taoq al-Najah, 1422/
- 7) Muhammad Jameel, Miyan, Faham al-Quran, Lahore: Abu Hurayrah Academy, 2003.
- 8) Muhammad Tufail, Nuqūsh-e Rasool Number, Rasoolallah aur Mua;shirat, Rasheed Ahmad Arshad, vol. 3 (nd), Lahore: Idara Forugh-e Urdu, n.page.
- 9) Muslim b. al-Hajjaj Abu al-Hasan, al-Nishabori, al-Jame' al-Sahi al-Muslim, Beirut: Dar Ihya al-Turāth al-Arabi, 1424/
- 10) Solaiman b. Ahmad b. Ayyub b. MAzhar, al-Shami al-Lakhmi, Abu al-Qasim al-Tabrāni, Moa'jam al-Kabīr, Cairo: Maktabah Ibn Taymiyah, 2010.
- 11) Thanau'llah, Qadi, PANipati, Tafsīr Mazhari, Karachi: HM Sae'ed, nd.